عربی نعت کا دورِ اوّل
بعثت سے ہجرتِ مدینہ تک

ارشاد شاکر اعوان

اصحاب رسول کی حضور سے محبت و اطاعت کے بے شمار واقعات کتب احادیث و سیرت میں مذکور ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ جن اصحاب کی عملی زندگی کا یہ عالم ہو ان کی شاعری کا کیا رنگ ہوگا۔ دنیا جانتی ہے شمع رسالت کے ان پروانوں اور حب حبیب کے ان دیوانوں نے اپنے قول و فعل کی یک رنگی سے محبت و اطاعت کے اس معیار پہ پورا اترنے کا حق ادا کر دیا جس کی طرف شاعر نے اشارہ کیا ہے۔

ان المحب لمن یحب مطیع

عربوں میں شاعری کا ذوق صرف ادبی حلقوں تک محدود نہ تھا، بلکہ پوری قوم میں جاری و ساری تھا، کوئی ایسا نہ تھا جو اپنی خطابت میں فصاحت و بلاغت کا جادو نہ جگاتا ہو۔ مہذب شہری ہوں کہ بدوی اعرابی سبھی ان صفات سے متصف تھے، بلکہ شہریوں سے خانہ بدوشوں کی زبان زیادہ فصیح تھی، ان چلتے پھرتے قبائل کی طرح ان کی شاعری بھی رواں دواں اور فطرت کی طرح آزاد اور موزوں تھی حتےٰ کہ خواتین بھی ذوق شاعری سے بے بہرہ نہ تھیں، شاعری سے یہ اُنس شاعرانہ مبالغوں اور فخریہ قصائد کی صورت میں نمو پاتا تھا. شاعر اور خطیب اپنے اپنے قبائل کے حسب و نسب کے بیان میں فصاحت و بلاغت کے دریا بہانا اور مبالغہ کے پرے باندھنا معمولی کام سمجھتے تھے، بدیہہ گوئی گویا کوئی کمال ہی نہ تھا، ہر کوئی ارتجالاً شعر کہتا تھا، لیکن حضورؐ کے اصحابؓ اور صحابیاتؓ نے آپ کی تعریف و توصیف میں شاعرانہ مبالغہ آمیزیوں سے

قطعاً اجتناب برتا۔ جس نے آپ کے متعلق جو کہا سُنا دیکھنے پر وہ باتیں معمولی نظر آنے لگتی تھیں ۔ سرخوشی و سرشادی، سپردگی و وارفتگی کا وہ رنگ جو حضورؐ کی ذات والا صفات سے والہانہ عشق کا نتیجہ تھا۔ اکثر اشعار سے نمایاں ہے لیکن حفظ مراتب اور حق و صداقت کا دامن کبھی ہاتھ سے چھٹنے نہ پاتا۔ اور ایسا ہو بھی کہاں سکتا تھا۔ اول تو وہ ذات جس کی ثنا خود خدا نے کی اس کی مدح میں کوئی مبالغہ کرے گا ہی کیا، حضرت ابن فارض نے کیا خوب کہا،

ارى كل مدح فى النبى مقصراً

وان بالغ المثنى عليه فاكثراً

حضور کی کوئی جتنی تعریف کرے کم ہے، جتنا کوئی مبالغہ کرے گا مراتب اتنے ہی بلند ہوتے جائیں گے ۔

پھر ایسی حالت میں جبکہ خود رسول ممدوح امی ہونے کے باوصف جب ایسی بات سنتے جو خلاف واقع ہوتی یا مبالغہ کا شائبہ بھی رکھتی تو فوراً اصلاح فرماتے تھے۔ اگرچہ آپ شاعر نہ تھے مگر اہل علم جانتے ہیں کہ آپ کی معمولی اصلاح نے اکثر شعر کا رتبہ دہ چند کر دیا ۔

حضرت انس بن زنیم نے جب کہا ،

أانت الذى تهدى معدا بامرها

تو آپ نے معاً فرمایا

بل الله يهديها

حالانکہ حضور اکرم کی ذات گرامی سراپا ہدایت تھی، آپ ہادی برحق تھے، مگر آپ نے یہاں بھی اصلاح فرماتے ہوئے کسی غلو کی گنجائش رہنے نہ دی ۔

حضرت عائشہ ام المومنینؓ رخصت ہو کر آئیں تو چھوٹی چھوٹی بچیاں دف

کہ واقعہ بدر کے متعلق اشعار گا تی تھیں۔ جب انہوں نے کہا "وفینا نبی یعلم ما فی غد" تو آپ نے منع کرتے ہوئے فرمایا۔ وہی کہو جو تم پہلے کہہ رہی تھیں۔ یہی سبب ہے کہ بعض نقادان شعر کے نزدیک (جن میں علامہ اصمعی سرفہرست ہیں) حسانؓ ایسے فحول شعرائے عرب کا معیار شاعری بھی اسلام کے بعد گر گیا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر خراج دربار رسالت کے شعراء کو پیش ہی نہیں کیا جا سکتا تھا، در اصل یہی "گرنا" تو اس شاعری کو بلند معیار عطا کرتا ہے کہ یہاں وہ مبالغہ نہیں جو فحول شعرائے عرب کا امتیازی نشان تھا۔ یہاں بے جا مبالغہ کی جگہ صداقت بیانی اور حقیقت نگاری نے لے لی۔ اور یہ کہنا کہ اس حقیقت نگاری نے شاعری کو زوال کی راہ پر لگایا بجائے خود ایک بے جا مبالغہ ہے۔

شمع رسالت کے ان پروانوں کے کردار کی باتیں اپنے مقام پر آئیں گی۔ آیئے کچھ ان کی گفتار کی باتیں کریں۔

عقد الفرید، جمہرۃ اشعار العرب، اسد الغابہ، مواہب اللدنیہ اور مجموعۃ النبہانیہ کے علاوہ سیرت کی تمام کتابوں میں یہ واقعہ تفصیل سے ملتا ہے کہ حضور اکرم سے ابوسفیان اور دوسرے اہل قریش کی یاوہ گوئی کی شکایت کی گئی تو آپ نے فرمایا:

"اے اللہ! لوگ میری ہجو کہتے ہیں، میں شاعر نہیں تو ہی میری طرف سے جواب دے۔"

حضرت علی اور حضرت عبداللہ ابن رواحہ نے اپنی خدمات پیش کیں۔ مگر آپ نے فرمایا۔

"تم نہیں"۔ پھر حضرت حسانؓ نے خود کو پیش کیا، وہ ملوک غسان کے درباری شاعر رہ چکے تھے۔ عکاظ وغیرہ کے میلوں میں اپنے ہمعصروں سے داد سخن پاتے تھے، بلکہ زبان آوری کا سکہ جماتے تھے، انہوں نے اپنی نوک زبان نکال کر عرض کی

بصری اور صنعار کا کوئی زبان آور مجھے خورش نہیں کر سکتا۔ حضور اکرم نے فرمایا مگر تم ان کی ہجو کیسے کروگے کیا میں بھی ان میں سے نہیں؟

حضرت حسان نے عرض کی، آپ فکر نہ کیجئے۔

اسلک منھم کما تسل الشعرۃ من العجین

میں آپ کو ان سے اس طرح الگ (ممیز) کر دوں گا جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے" الا ابلغ اباسفیان عنی" والا قصیدہ اسی حکم کے بعد کہا گیا۔

اس ساری تفصیل سے ہمارا مدعا یہ بتانا ہے کہ "نعت رسول" کو باقاعدہ "صنف سخن" کا درجہ کب ملا؟ سیرت ابن ہشام کے مطابق یہ مذکورہ قصیدہ فتح مکہ کے موقع کا ہے اس قصیدہ کے دو شعر اپنی وضاحت خود کرتے ہیں کہ یہ قصیدہ فتح مکہ سے قبل اس وقت کہا گیا جب قافلہ مکہ کی طرف جادہ پیما تھا۔

فاما تعرضوا عنا اعتمرنا   وکان الفتح وانکشف الغطاء

والا فاصبروا الجلاد قوم   یعز اللہ فیہ من یشاء

ترجمہ:۔ اگر تم نے اعراض کیا اور جنگ کی نوبت نہ آئی، تو ہم عمرہ ادا کریں گے اور فتح سارے پردے ہٹا دینے والی ہے، ۲۔ اگر نہیں تو پھر شمشیر زنی کے دن تک صبر کرو، پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہے فتح و نصرت سے نوازے۔

عمرہ کی ادائیگی کی خواہش اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ اشعار فتح مکہ پہ کہے گئے جو رمضان المبارک ۸ھ کا واقعہ ہے حج کا موقعہ نہیں، نہ صلح حدیبیہ جو حج کے موقعہ پہ ہوئی۔

گویا "نعت رسول" کو باقاعدہ "صنف سخن" کی حیثیت سے مقام شرف قبول فتح مکہ سے کچھ قبل ملا۔ تاریخ و ادب کی تمام کتب میں حضرت عبداللہ ابن رواحہ، حضرت کعب

ابن مالک اور حضرت حسانؓ کو شعرائے رسول لکھا گیا ہے. علاوہ ازیں حضرت عباس ابن مرداس اور حضرت عباس ابن عبد المطلب نے بھی ہر موقع پر مسلمانوں کی طرف سے مخالفین کے شعرار کا جواب دیا. اس لئے ہم ان کا ذکر بھی دربار رسالت کے شعرار کے ساتھ کریں گے یہاں ان بزرگواروں کے علاوہ جن دوسرے اصحاب رسول نے یہ فرض ادا کیا ہم ان کے متفرق اشعار کا جائزہ مختصراً پیش کرتے ہیں۔

حضرت عمرو بن مرۃ جہنی

آپ انتہائی سن رسیدہ صحابی ہیں، حضور اکرم کی بعثت کا سنا تو مکہ میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا، یہ اشعار اسی ساعت سعید کی یاد دلاتے ہیں. آپ نے جب حضور اکرم کی بعثت کا سنا تو باپ کے بنائے ہوئے بت کو توڑ دیا، یہ اشعار کہے،

حضور اکرم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا.

شهدت بان الله حق و اننی   لا لهة الاحجار اول تارک
وشمرت عن ساقی الازار مهاجر   واجوب الیک الوعث بعد الدکادک
لاصحب خیر الناس نفساً و والداً   رسول ملیک الناس فوق الحبائک

ترجمہ ۱. میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ حق ہے اور میں تو پتھروں کے معبودوں کو سب سے پہلے ترک کرنے والا ہوں.

۲. میں نے تہبند پنڈلیوں سے اوپر چڑھا لیا اور آپ تک پہنچنے کے لئے سخت زمینوں سے نکلتا ہوا دشوار گزار راستوں کو عبور کر رہا ہوں۔

۳. یہ ساری مشقتیں میں آپ کے ساتھیوں میں شریک ہونے کے لئے اٹھا رہا ہوں آپ ذاتی طور پر اور خاندانی اعتبار سے بھی سب سے بہتر ہیں اور مالک ارض و سما کی طرف سے رسول برحق۔

ابوطالب بن عبدالمطلب

آپ کے شفیق چچا خواجہ ابوطالب جنہوں نے آپ کو انتہائی محبت سے پالا، اعلان نبوت کے بعد جب تک زندہ رہے (۱۰ھ)، آپ کی حد درجہ حمایت کی اور انتہائی صبر اور خاموشی سے اسلام کی خدمت میں مصروف رہے، جب سرداران قریش کی دھمکیوں پر آنحضرت کو سمجھاتے ہیں اور حضور آبدیدہ ہو کر فرماتے ہیں چچا! اگر وہ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور ایک ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں میں اعلائے کلمۃ الحق سے باز نہیں رہ سکتا۔

تو خواجہ ابوطالب نے بڑے وقار سے فرمایا۔ بھتیجے! جاؤ جو چاہو کرو، خدا کی قسم میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑوں گا، اس موقع پر خواجہ ابوطالب نے یہ اشعار کہے۔

والله لن یصلوا الیک بجمعهم حتے اوسد فی التراب دفینا
فاصدع بامرک ما علیک غضاضة وابشر بذاک وقرمنک عیونا
ودعوتنی وزعمت انک ناصحی ولقد صدقت وکنت ثم امینا
وعرضت دینا لا محالة انه من خیر ادیان البریة دینا

ترجمہ:۔ اللہ کی قسم وہ اپنی تمام جمعیت کے ساتھ بھی تجھ تک نہیں پہنچ سکتے جب تک میری بیٹھ قبر کی مٹی سے نہیں لگا لیتے (مجھے جب تک دفن نہیں کر لیتے)

۲. جا اپنی دعوت عام کر، تجھ پر کوئی تنگی (دباؤ) نہیں، خوش رہ اور اپنے کام سے آنکھیں ٹھنڈی کر (آزادی سے اپنا کام کر)

۳. اور تو نے خیر خواہ کی حیثیت سے مجھے دعوت حق دی، بلا شبہ تو نے سچ کہا تو تو ہمیشہ سے امانت دار رہا ہے۔

۴. اور جو دین تو نے پیش کیا، لا محالہ تمام ادیان سے بہتر دین ہے۔

خواجہ ابو طالب کو جب پوری قوم کی دشمنی کا یقین ہو گیا تو آپ نے ان سے پیچھا چھڑانے کی خاطر ایک قصیدہ کہا جس میں آپ نے حرم مکہ اور اپنے رتبہ کی پناہ لی، قریش کے بلند مرتبہ لوگوں پر اپنی عظمت جتائی، نبی اکرم کو اپنی طرف سے مکمل تعاون امداد اور محافظت کا یقین دلایا، آپ کی صفات بیان کیں اور ایک ایک قبیلہ کا نام لے کر انہیں اپنی امداد کی ترغیب دلائی اور بتایا کہ محمد کو کسی طرح بھی ان کے حوالے نہیں کریں گے۔ چاہے ان کی حفاظت میں وہ خود بھی ہلاک ہو جائیں۔

ولما رایت القوم لاود فیھم	وقد قطعوا کل العریٰ والوسائل
صبرت لھم نفسی بسمراء سمحتہ	وابیض عضب من تراث المقاول
کذبتم وبیت اللہ نبزی محمداً	ولما نطاعن دونہ ونناضل
ونسلمہ حتی نصرع حولہ	ونذھل عن ابنائنا والحلائل
وماترک قوم لاابالک سیداً	یحوط الذمار غیر ضرب مواکل
وابیض یستقی الغمام بوجھہ	ثمال الیتامی عصمۃ للأرامل
فمن مثلہ فی الناس ای مؤمل	اذ قاسہ الحکام عند تفاضل
حلیم، رشید، عادل غیر طائش	یوالی الٰھا لیس عنہ بغافل
لقد علموا ان ابننا لامکذب	لدینا ولا یعنی بقول الاباطل
فاصبح فینا احمد فی ارومتہ	تقصر عنہ سورۃ المتطاول
حدبت بنفسی دونہ وحمیتہ	ودافعت عنہ بالذرا والکلاکل

ترجمہ:۔ اور جب میں نے دیکھا کہ قوم میں مروت و محبت باقی نہیں رہی اور انہوں نے تمام رشتے ناطے توڑ دیئے۔

۲۔ تو میں بذات خود چمکدار نیزے اور شاہان سلف کی وراثت میں ملی ہوئی چمکدار تلوار لے کر ان کے مقابلے میں ڈٹ گیا (شاہان سلف سے مراد

ابن ذی یزن ہے جس نے خواجہ عبدالمطلب کو فتح حبشہ پر حجاز کے تہنیتی وفد کے سربراہ کی حیثیت سے یہ تلوار ہبہ کی تھی۔ ورنہ حضور کے خاندان میں کوئی بھی بادشاہ نہیں ہوا۔ جیسا کہ ابوسفیان نے ہرقل کے استفسار پر بتایا تھا کہ نبی اکرم کے خاندان میں کوئی بادشاہ نہیں گزرا۔

۳۔ بیت اللہ کی قسم تم غلط سمجھے کہ ہم محمد کے بارے میں تم سے دب جائیں گے، ابھی تو ہم نے ان کی حفاظت میں نیزہ بازی کی ہے نہ تیراندازی۔

۴۔ اور ہم اپنے اہل و عیال سے یکسر غافل و بے پرواہ ہو کر ان کی حفاظت و سلامتی کی خاطر انؐ کے اطراف میں بچھ جائیں گے۔

۵۔ تیرا باپ مر جائے تو ایسے سردار کو چھوڑ دینا چاہتا ہے جو لائق حمایت چیزوں کی نگرانی کرتا ہے، نہ فسادی ہے نہ دوسروں پر اپنے کام چھوڑ دینے والا۔

۶۔ جو ایسے روشن چہرے والا ہے کہ اس کے وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے جو یتیموں کا سرپرست اور بیواؤں کی پناہ ہے۔

۷۔ اس جیسا مخلوق میں کون ہے؟ جب بھی فضیلتوں کا مقابلہ اور موازنہ کرنے والے نے مقابلہ و موازنہ کیا تو اس میں عجیب قسم کی برتری پائی۔

۸۔ وہ بردبار، سیدھی راہ چلنے والا۔ منصف ہے، وہ جلد باز نہیں اور ایسے معبود سے تعلق رکھتا ہے جو کبھی اس سے غافل نہ ہو۔

۹۔ سب جانتے ہیں کہ ہمارا بیٹا جھوٹ نہیں بولتا (صادق امین خطاب رکھتا ہے) اور جھوٹے کی اعانت کون کرتا ہے۔

۱۰۔ ہم میں محمد نے ایسی جڑ سے ظہور کیا ہے (ایسے ماں باپ نے اسے جنم دیا وہ ایسے قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے)، کہ دست درازوں کی دست درازی اسے کوئی ضرر پہنچا سکتی ہے نہ اس کی منزلت و شان کم کی جا سکتی ہے۔

۱۱۔ میں نے اس کی حفاظت میں اپنی جان خطرے میں ڈال دی اور اس کی حمایت میں سینہ سپر ہو گیا۔ یعنی میرے تمام اعضاء و جوارح اس کی حفاظت کے لئے وقف ہیں
جب قریش نے بنو ہاشم و بنو عبد المطلب سے قطع تعلق کر دیا اور یہ تمام شعب ابوطالب میں جمع ہو گئے تو خواجہ ابوطالب نے ایک بار پھر ان کی حمیت کو آواز دی۔

الا ابلغا عنی علی ذات بیننا — لؤیا وخصا من لؤی بنی کعب
الم تعلموا انا وجدنا محمدا — نبیا کموسیٰ خط فی اول الکتب
وان الذی الصقتم من کتابکم — لکم کائن نحسا کراغیۃ السقب
افیقوا افیقوا قبل ان یحفر الثری — ویصبح من لم یجن ذنبا کذی ذنب
فلا ورب البیت نسلم احمدا — بعزاء من عض الزمان ولا کرب

ترجمہ:۔ ہماری طرف سے بنی لوئی اور خاص کر کعب کو ہمارے آپس کے تعلقات کی نسبت پیغام پہنچادو۔
۲۔ کیا تم نہیں جانتے ہم نے محمد مصطفےٰ کو حضرت موسےٰ علیہ السلام کی طرح نبی پایا جن کا حال اگلی کتابوں میں لکھا ہے۔
۳۔ اور یاد رکھو وہ نوشتہ جسے تم نے چسپاں کر رکھا ہے خود تمہارے لئے منحوس ثابت ہو گا۔ بعینہٖ جیسے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی آواز۔
۴۔ قبر کی مٹی کھودے جانے سے پہلے اور جو ابھی گناہ میں شریک نہیں۔ گناہوں میں شریک ہونے سے پہلے ہوش میں آجاؤ۔
۵۔ رب کعبہ کی قسم ہم ان میں سے نہیں کہ زمانے کی طرف سے مشکلات و مصائب سے گھبرا کر محمد کی مدد سے ہاتھ اٹھالیں۔

خواجہ ابوطالب کے تین شعر مزید قلم بند کرنے کو جی چاہتا ہے جن میں اجمال و تفصیل کی ساری خوبیاں جمع ہیں۔

اذا اجتمعت قریش لمفخر — فعبد مناف سرها وصمیمها
وان حصلت اشراف عبد منافها — ففی هاشم اشرافها وقدیمها
فان فخرت یوما فان محمداً — هو مصطفیٰ من سرها وکریمها

ترجمہ:۱۔ جب قریش کسی قابل فخر کام کے لئے جمع ہوئے تو بنو عبد مناف ان کی جان اور روح رواں ٹھہرے۔

۲۔ اور جب عبد مناف میں اشراف کا شمار ہوا تو ان میں سبقت پانے والے بنو ہاشم رہے۔

۳۔ پس بنو ہاشم نے جب فخر کیا تو محمد ہی ان میں منتخب ٹھہرے اور وہی اس قبیلے کی جان اور بڑے مرتبے والے نکلے۔

حضور اکرم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اعلان نبوت کے چھٹے سال (۶۱۶ء) میں اسلام قبول کیا اور غزوہ احد میں داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے اور شاید آپ پہلے مسلمان تھے کفار مکہ نے (ہندہ نے) آپ کا مثلہ کیا۔ حضور اکرمؐ نے آپ کو سید الشہداء کا خطاب دیا اور آپ کی لاش پہ کھڑے ہو کہ فرمایا۔

"رحمک اللہ ای عم فقد کنت وصولاً للرحم وفعولاً للخیرات"

چچا خدا آپ پہ رحم کرے، آپ قرابت کا حق ادا کرنے والے اور بکثرت نیکی کرنے والے تھے۔

حضرت حمزہ جب اسلام لائے تو یہ اشعار کہے۔

حمدت اللہ حین ھدی فوادی — الی الاسلام والدین الحنیف
لدین جاء من رب العزیز — خبیر بالعباد بھم لطیف
اذا تلیت رسائلہ علینا — تحدر دمع ذی الالباب الحصیف
رسائل جاء احمد من ھداھا — بآیات مبینۃ الحروف

واحمد مصطفیٰ فینا مطاع — فلا تغشره بالقول العیف

فلا واللہ نسلمہ لقوم — ولما نقض فیھم بالسیوف

ترجمہ:۔ جب میرے دل نے اسلام (دین حنیف) کی طرف رغبت دلائی تو میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور حمد کہی۔

۲. وہ دین حنیف جو رب عزیز کی طرف سے ہے جو اپنے بندوں سے واقف باخبر اور مہربان ہے۔

۳. جب اس کا پیغام پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو کوئی صاحب عقل اور پختہ رائے والا آدمی روئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

۴. وہ پیغام جو احمد مجتبیٰ لائے. واضح الفاظ والی آیتوں کا پیغام ہے، پر مشتمل ہے۔

۵. اور احمد مجتبیٰ ہم میں سے ایک برگزیدہ ہستی ہیں جن کی اطاعت و پیروی کی جاتی ہے۔ لہٰذا تم ان کی جناب میں کوئی نا ملائم بات نہ کہو۔

۶. پس خدا کی قسم ہم انہیں، کسی طرح اس قوم کے حوالے نہیں کر سکتے جن کے بارے میں ہماری تلواروں نے کوئی فیصلہ نہیں کر لیا۔

سرزمین حبشہ میں جو اشعار کہے گئے ان میں عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے اشعار مشہور ہوئے۔ آپ نے قریش کے مظالم اور مسلمانوں کو بستیوں سے نکالے جانے اور اپنی قوم کے بعض افراد سے اپنی ناخوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

یا راکبا بلغا عنی مغلغلۃ — من کان یرجوا بلاغ اللہ والدین

انا وجدنا بلاد اللہ واسعۃ — تنجی من الذل والمخزاۃ والھون

انا اتبعنا رسول اللہ واطرحوا — قول النبی وعالوا فی الموازین

ترجمہ:۔ اے مسافر! میری طرف سے (شہر شہر چلتے ہوئے) ان لوگوں کو جو اللہ کے احکام

اور دین کی تبلیغ و تکمیل چاہتے ہیں پہنچا دے (سنا دے)

۲۔ ہم نے اللہ کے شہروں کو وسیع پایا جو اہانت ذلت اور رسوائی سے چھڑاتے ہیں (اس لئے جہاں ذلت و رسوائی ہو وہاں سے ادھر چلے آؤ)

۳۔ ہم نے تو اللہ کے رسول کی بخوشی پیروی اختیار کی مگر انہوں نے (قریش نے) نبی کی بات پس پشت ڈال دی اور حقوق کی ادائیگی میں خیانت کی۔

حضرت عثمان بن مطعون جب حبشہ سے واپس ہوئے تو ولید بن مغیرہ کی امان سے نکل کر دوسرے اصحاب کی طرح مصائب کو گلے سے لگالیا۔ ایک مجمع میں لبید کے مصرعہ وکل نعیم لامحالتہ زائل، (ہر نعمت یقیناً زائل ہونے والی ہے) پہ ٹوکا اور کہا جنت کی نعمتیں کبھی زائل نہیں ہوں گی تو لبید نے ایسا تھپڑ مارا کہ آپ کی ایک آنکھ ضائع ہوگئی۔ ولید نے کہا دیکھا میری امان میں ہوتے تو اس طرح بھری مجلس میں تھپڑ نہ کھاتے۔ حضرت عثمان بن مطعون نے جواب دیا۔

فان تک عینی فی رضی الرب نالھا — ید الملحد فی الدین لیس بمھتد

فقد عوض الرحمٰن منھا ثوابہ — ومن یرضہ الرحمٰن یا قوم یسعد

فانی وان قلتم غوی مضلل — سفیہ علی دین محمد

ارید بذاک اللہ والحق دیننا — علی رغم من یبغی علینا ویعتدی

ترجمہ:۔ اگر رضائے الہی میں میری آنکھ ایک ملحد، بے دین اور گمراہ کے ہاتھوں ضائع ہوگئی تو کیا ہوا۔

۲۔ اللہ پاک اس کے عوض بہتر جزا دے گا اور اے قوم جس سے اللہ راضی ہو جائے اس سے زیادہ خوش نصیب کون ہوگا۔

۳۔ تم مجھے کتنا ہی بھٹکا ہوا، بیوقوف اور گمراہ کہہ لو، میں دین محمد پہ ہوں (مجھے تمہاری ملامت کی کوئی پرواہ نہیں)

۲۔ میں نے اللہ سے یہی توقع رکھی ہوئی ہے اور ہمارا دین سچا ہے جو لوگ ہم سے بغاوت کرتے اور عداوت رکھتے ہیں ان کے علی الرغم (یعنی وہ جتنا ہی بُرا مانیں ہم یہی کہیں گے۔)

اسی طرح ہجرت حبشہ سے واپس آنے والوں میں سے ابوسلمہ بن عبدالاسد حضرت ابوطالب کی پناہ میں آئے کیونکہ وہ ان کی بہن کے بیٹے تھے۔ قریش خواجہ ابوطالب کے پاس آئے اور کہا تم نے بھتیجے کو پناہ دے رکھی تھی اب ہمارے آدمی کو بھی ہمارے خلاف پناہ دے رہے ہو، خواجہ ابوطالب نے جواب دیا، نہ صرف یہ کہ اس نے مجھ سے پناہ طلب کی بلکہ وہ میرا بھانجا بھی ہے۔ بھانجے کو پناہ نہ دے سکا تو بھتیجے کی کیا حفاظت کروں گا۔ اس پر ابولہب کو بھی غیرت آگئی بولا واللہ تم لوگوں نے اس بوڑھے (ابوطالب) کو بہت تنگ کیا ہے۔ اس کی قوم میں سے اس کی پناہ میں آئے ہوئے لوگوں پر تم نے چھاپے مارے۔ واللہ تمہیں ایسا سلوک کرنے سے باز آنا ہوگا ورنہ ہم بھی اس کے ساتھ کھڑے ہو جائیں گے۔ خواجہ ابوطالب نے جب ابولہب کو نرم پڑتے ہوئے دیکھا تو اسے اپنی امداد کے لئے ابھارنے کے لئے یہ شعر کہے۔

وان امرار ابو عتبۃ عمہ	لفی روضۃ ما ان یسام المظالما
اقول لہ، واین منہ نصیحتی	ابا معتب ثبت سوادک قائما
وکیف ولم یجنوا علیک عظیمۃ	ولم یخذ لوک غانماً او مغارماً
کذبتم وبیت اللہ نبزی محمداً	ولما تروا یوماً لدی الشعب قائما

ترجمہ:- اور ایسا شخص جس کا چچا ابوعتبہ ہو بے شک وہ ایسی روش پر ہے جس پر کوئی ظلم نہیں کر سکتا۔

۲۔ میں اس سے کہتا ہوں اے ابومعتب اپنی قوم کو جمع کر اور متعدی سے اسے محکم بنا مگر کہاں وہ اور کہاں میری نصیحت (یعنی اس پر اس کا اثر نہیں ہونے کا)

۳۔ تو اپنی قوم سے کیسے الگ ہو گیا۔ حالانکہ کسی بھی فتح و شکست کے موقع پہ تیری قوم نے کوئی بڑی غلطی نہیں کی اور نہ تیرا ساتھ چھوڑا (غانماً غنیمت جمع کرنے والا، مغارماً، ڈنڈ بھرنے والا، مراد فتح و شکست)

۴۔ بیت اللہ کی قسم تم غلط سمجھے کہ ہم سے محمد کو چھین لیا جائے گا۔ حالانکہ ابھی تو تم نے گھاٹی کے پاس (دھواں دھار غبار کا) تاریک دن دیکھا ہی نہیں۔

حضور کے پھپھیرے بھائی ابو احمد بن جحش (عبداللہ الملقب بہ المجدع فی سبیل اللہ کے سگے بھائی) جو نابینا تھے۔ آپ کے خاندان نے حضور کے حکم پہ مدینہ ہجرت کی۔ ام سلمہ کہا کرتی تھیں خدا کی قسم کسی اسلامی گھرانے پہ اتنی مصیبتیں نازل نہیں ہوئیں جتنی ابو سلمہ کے گھرانے پر۔ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ جب بنی جحش مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے تو عتبہ بن ربعیہ عباس ابن عبدالمطلب اور ابوجہل بن ہشام کا گزر آپ کے ویران گھروں سے ہوا دیکھا کہ گھر ویران پڑے ہیں اور کھنڈر ہونے کی وجہ سے دروازے ہوا سے دھڑ دھڑ کر رہے ہیں، عتبہ نے جب یہ حالت دیکھی تو ٹھنڈی سانس لی اور کہا،

وکل دار وان طالت سلامتھا　　　یوماً ستدرکھا النکباء والحروب

ہر گھر چاہے کتنے ہی طویل عرصہ تک سلامت رہے ایک دن باد مخالف اور دردناک حالت اسے گھیرے گی۔

یہی ابو احمد بن جحش ایک طویل قصیدہ میں حضور اکرم کی شان بیان کرتے ہیں اور حضور اکرم کے حکم پہ بالاتفاق ہجرت کے قبول کا ذکر کرتے ہیں۔

الی اللہ وجھی والرسول ومن یقم　　　الی اللہ یوماً وجھہ لا یخیب

وکم قد ترکنا من حمیم مناصح　　　وناصحۃ تبکی بدمع وتندب

تری ان وترا نائینا عن بلادنا　　　ونحن نری ان الرغائب نطلب

اجابوا بحمد اللہ لما دعاھم　　　الی الحق داع والنجاۃ فاوعیوا

ودعنا الی قول النبی محمد فطاب ولاۃ الحق منا وطیبوا
ونمت بارحام الیھم قربۃ ولا قرب بالارحام اذلاتقرب
ستعلم یوما اینا اذ تزایلوا وزیل امر الناس للحق اصوب

ترجمہ:- میری توجہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے، اللہ کی طرف جو شخص متوجہ ہو وہ کب محروم ہوتا ہے۔

۲. اور ہم نے کتنے ہی خیر خواہ اور گہرے دوستوں کو اور خیر خواہ آنسو بہاتی، چیختی چلاتی عورتوں کو چھوڑا۔

۳. وہ خیال کرتی ہیں کہ ہمارا بستیوں کو چھوڑ کر دور چلے جانا گویا تنہا ہو جانا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ ہم پسندیدہ چیز طلب کر رہے ہیں۔

۴. اللہ کا شکر ہے کہ سبھی نے اجتماعی طور پر حق کی طرف اور نجات کی طرف بلانے والے کی آواز پر لبیک کہا۔

۵. ہم نے حضور کی بات کی طرف رجوع کیا۔ ہم میں سے حق کی سرپرستی کرنے والے پاک صاف ہو گئے اور پاک صاف کر دیئے گئے۔

۶. ہم ان کے ساتھ قریبی رشتوں میں بندھے ہوئے ہیں لیکن جب قرب باقی نہ رہے تو رشتوں سے قریب نہیں ہوا جا سکتا۔

۷. اس دن جب تمام لوگوں کے آپس کے تعلقات زائل ہو جائیں گے اور لوگ منتشر کر دیئے جائیں گے تو تمہیں معلوم ہو گا کہ حق کے راستے پر زیادہ درست چلنے والا ہم میں سے کون ہے۔

انہی ابو احمد بن جحش نے بنی غنم کے ایک ایک کر کے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے پر کہا تھا۔

الی اللہ تغدوا بین مثنیٰ وواحد ودین رسول اللہ بالحق وینھا

قبیلہ بنو غنم ایک ایک دو دو کر کے مدینہ کی طرف ہجرت کر رہا ہے اور اللہ کے رسول کا سچا دین ان کا دین ہے۔

جب نبوت کے تیرھویں سال (۱۰ ستمبر ۶۲۲ء، ۶ ربیع الاوّل) آپ بھی اللہ تعالےٰ کے حکم سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے لگے تو قریش مکہ کی طرف سے ایک سو اونٹوں کے لالچ میں (حضرت) سراقہ بن مالک بن جعشم نے آپ کا تعاقب کیا (حضرت سراقہؓ نے حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت (۲۴ھ) میں وفات پائی) بار بار کی ناکامی کے بعد حضور سے معافی کا خواستگار ہوا اور زبان نبوت سے کسرای کے سونے کے کنگن ہاتھوں میں پہننے کی بشارت پاکر لوٹا تو ابوجہل کے نام ایک منظوم پیغام بھیجا۔ سفر مدینہ کی تاریخ میں اسے پہلے باقاعدہ نعتیہ کلام کی حیثیت حاصل ہے اور ایک غیر مسلم کی زبانی (جس کے دل میں حضور اکرم کی عظمت گھر کر چکی تھی) ہونے کے سبب مزید اہمیت رکھتا ہے۔

اباحکم واللات لوکنت شاھداً — لامر جوادی اذ تسوخ قوائمہ

علمت ولم تشکک بان محمداً — رسول برہان فمن ذا یقاومہ

علیک بکف القوم عنہ فاننی — اری امرہ یوما ستبدو معالمہ

ترجمہ:۔ اے اباحکم! (ابوجہل) مجھے لات کی قسم اگر تو اس وقت موجود ہوتا جب میرے گھوڑے کے چاروں پاؤں زمین میں دھنس گئے تھے۔

۲۔ تو تو جان لیتا کہ محمد اللہ کے سچے رسول ہیں جو برہان صادق رکھتے ہیں اور تو کسی شک میں مبتلا نہ رہتا۔ بھلا ایسے رسول کے مقابل کون ٹھہر سکتا ہے۔

۳۔ تجھ پہ لازم ہے کہ محمد کے پیچھے قوم کو دوڑانے کی بجائے قوم کو اس کام سے روک دے کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ ان کا معاملہ ایک دن ظاہر ہو گا اور اس کا جھنڈا سربلند ہو گا۔

حضرت سراقہ فتح مکہ کے دن ایمان لائے اور "کیف بک اذا لبست سواری کسریٰ"

کی پیش گوئی و بشارت حضرت امیر المومنین عمر کے عہد میں پوری ہوئی۔ سیرۃ النبوۃ والاثار المحمدیۃ میں ہے (۵؍۲۳ حاشیہ سیرۃ مطبوعہ مصر) جب حضرت عمر نے کنگن ہاتھ میں لئے تو فرمایا:۔

سراقہ! ارفع یدیک و قال اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر الحمد اللّٰہ الذی سلبھا کسرای بن ہرمز والبسھا سراقہ بن مالک اعرابیاً من بنی مدلج۔

ابو جہل اور اس کی ٹولی حضور اکرم اور حضرت صدیق اکبر کی تلاش میں نکلے، اس کے تیسرے روز لوگوں نے سنا کہ مکہ کی نشیبی جانب سے قریش کے گانے کے انداز میں کوئی شعر پڑھ رہا ہے۔ ابن ہشام کے مطابق کوئی جن کہہ رہا تھا۔

جزی اللّٰہ رب الناس خیر جزاء ہ　　رفیقین حلا خیمتی ام معبد
ھما نزلا بالبر ثم تروحا فافلح　　من امسی رفیق محمد
لیھن بنی کعب مکان فتاتھم　　و مقعدھا للمؤمنین بمرصد

ترجمہ:۔ اللّٰہ رب الناس ان دونوں دوستوں کو جزائے خیر دے جو ام معبد کے خیمے میں اترے (ام معبد کا نام جیسے کہ سیرۃ النبویہ میں سید احمد زینی شافعی نے لکھا عاتکہ بنت خالد تھا۔ بعض روایات میں لاخیمتہ ام معبد آیا ہے جس کے معنی ہیں ام معبد کے خیمے میں قیلولہ فرمایا۔

۲۔ دونوں نیکی کے ساتھ اترے (طبقات ابن سعد میں "بالبر" خشکی لکھا ہے جو درست معلوم نہیں ہوتا) اور وہاں سے گزر گئے۔ فافلح اور بعض روایات کے مطابق فقدفاز فلاح پائی، یا وہ شخص کامیاب رہا جو محمد کا رفیق ہو گیا، مراد حضرت صدیق اکبرؓ

۳۔ بنی کعب کو اپنے زنان خانے اور دیوان خانے کو وسعت دینا چاہیئے کہ وہ ایمانداروں کے لئے انتظار گاہ اور ان کے ٹھہرنے کا مقام بنے۔

احادیث کے مجموعوں میں (خصوصاً شمائل ترمذی) حضور اکرم کے شمائل کا بیان نہایت

شرح و بسط سے ہوا ہے۔ مگر ایک تو وہ بعد میں مدون ہوئے، دوسرے شمع رسالت کے پروانوں کی زبانی بیان ہوئے گو ان قدسی صفات اصحابؓ کے بیان پر ادنیٰ سا شبہ بھی ایمان کی حد درجہ کمزوری کی علامت ہے، تاہم اغیار کو ان میں عقیدت کی رنگ آمیزی کا گمان ہو تو آئیے ایک غیر مسلمہ اور قلیل مدت کی میزبان سے حضور اکرم کا سراپائے منور سنیں، جس نے اپنے خاوند سے اس مہمان عزیز کا تعارف کرایا جو اپنے شہر کو چھوڑ کر جا رہا تھا تعارف کیا ہے، لفظوں میں تصویر کھینچ دی ہے۔ شمائل رسول کے سلسلے میں ان مسجع الفاظ کو اولیت کا درجہ حاصل ہے۔ ام معبد نے ابو معبد اکثم بن ابی الجون الخزاعی کے استفسار پر جواب دیا۔

رایت رجلاً ظاہر الوضاءۃ، ابلج الوجہ، حسن الخلق وسیم قسیم، فی عینیہ دعج، فی اشفارہ وطف، و فی صوتہ صحل، فی عنقہ سطع، احور، اکحل، ازج، اقرن، شدید سواد الشعر، اذا صمت علاہ الوقار، ابھاھم من بعید و احسنہ، و احلاہ من قریب حلو المنطق، فصل، لا نذر ولا ھذر، ربعۃ غصن بین غصنین، فھو انضر الثلثۃ منظرا و احسنھم قدراً، لہ رفقاء یحفون بہ اذا قال استمعوا لقولہ و اذا امر تبادروا لامرہ، محفود محشود لا عابس ولا مفند تبادروا۔

ترجمہ۔ میں نے ایک ایسا شخص دیکھا جس کا ظاہر پاکیزہ (پاکیزہ رو) کشادہ چہرہ، فراخ آنکھیں بال لمبے اور گھنے، آواز میں بھاری پن (بارعب آواز)، بلند گردن، روشن مردمک، سرگین چشم، پیوستہ و باریک ابرو، سیاہ گھنگھریالے بال، پُر وقار خاموشی، دور سے دلکشی اور زیبندہ، قریب سے نہایت شیریں اور حسین، زبان میں حلاوت۔ ابہام سے مبرا واضح کلام، گفتگو جیسے موتیوں کی لڑی، زیبندہ نہال کی شاخ، زیبندہ منظر، والا قدر، اس کے ساتھی ہر وقت اسے گھیرے رکھتے ہیں۔ جب وہ کچھ کہتا ہے تو چپ چاپ (مؤدب ہو کر) سنتے ہیں۔ جب کسی کام کا حکم دیتا ہے تو تعمیل کے لئے جھپٹتے ہیں (شوق اور اطاعت میں) مخدوم، مطاع، نہ کوتاہ سخن نہ فضول گو۔

"لہ رفقاء" سے شبہ گزرتا ہے کہ یہ الفاظ بعد میں اختراع کئے گئے، وہاں رفقاء نہیں بلکہ صرف رفیق غار صدیق اکبر تھے۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ سیرۃ ابی ہشام اور دوسری تمام کتب سیرۃ سے یہ بات واضح ہے کہ غار ثور سے نکل کر مدینہ طیبہ جانے والے اصحاب کا قافلہ چار نفوس قدسیہ پر مشتمل تھا۔ رسول اکرم، صدیق اکبر، عامر بن فہیرہ، صدیق کے آزاد کردہ غلام اور عبداللہ بن ارقط یا اریقط جن کا خاندان مسافروں کو راستہ دکھایا کرتا تھا۔ طبقات ابن سعد میں براویت حضرت محمد بن عمر درج ہے کہ محمد بن عمر نے ام معبد سے پوچھا کہ ان کے خیمے میں کتنے مسافر ٹھہرے تو انہوں نے بتایا کہ دو اونٹوں پہ چار سوار آئے لہٰذا رفقاء مبالغہ یا اختراع سے مبرا ہے۔

قبا میں آپ کا (۲۰ ستمبر) اللہ اکبر کے نعروں سے استقبال کیا گیا اور ایمان والوں نے آپ کے دیدار سے آنکھیں ٹھنڈی کیں۔ قدسیوں کا یہ کارروان جب مدینۃ المنورہ (یثرب) میں داخل ہوا تو بنی نجار کی معصوم بچیاں دف بجا بجا کر گا رہی تھیں۔

نحن جوار من بنی نجار

یا حبذا محمداً من جار

ہم بنی نجار کی بیٹیاں ہیں اور محمد کیسے اچھے ہمسایہ ہیں۔ یہ جو "طلع البدر علینا" کا تعلق اس واقعہ سے بتایا جاتا ہے درست نہیں۔ ہم اسے اپنے مقام پہ عرض کریں گے انشاءاللہ العزیز۔

فہرست کتب

۱۔ جواہر البحار فی فضائل النبی المختارؐ۔ علامہ یوسف بن اسماعیل النبھانیؒ۔ مترجمہ کتبہ حامدیہ لاہور۔

۲۔ سیرۃ النبویہ والاثار المحمدیہ۔ السید احمد زینی بر حاشیہ سیرۃ حلبی۔

۳۔ سیرۃ النبی علامہ شبلی نعمانیؒ مطبوعہ ناشران قرآن لمٹیڈ۔ لاہور

۴۔ رحمۃ للعالمین، علامہ قاضی سلیمان منصور پوری،

۵۔ مجموعہ النبہانیہ فی المدائح النبویہ جلد اوّل علامہ یوسف النبہانی مطبوعہ دار المعرفہ بیروت۔ لبنان۔

۶۔ سیرۃ النبویہ لابن ہشام محشّیٰ مطبوعہ مصر، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور۔ برائے ترجمہ و تفہیم۔

۷۔ نظام مقصود فی شرح سلام محمود، صحیفۂ تحقیقات مولانا سید محمود شاہ ہزاروی برائے ترجمہ و تفہیم۔

۸۔ حیات صحابہ مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ مطبوعہ ناشران قرآن لاہور۔

۹۔ روشنی کے مینار، حافظ محمد ادریسؒ مکتبہ ظفر گجرات۔

۱۰۔ طبقات ابن سعد کے علاوہ مجلہ "خاتون پاکستان" کراچی، "سیارہ ڈائجسٹ" کے رسولؐ نمبر۔

۱۱۔ کلام الملوک مرتبہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ مطبوعہ اشرف المطابع تھانہ بھون ۱۳۴۰ھ۔